رسولِ کریمؐ کی دُعاؤں کا خزانہ

مولانا محمد رابع حسنی ندوی ○

دُعاؤں کی صورت میں، عربی زبان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤثر نثری نمونے ہیں، جو سچے انسانی تاثرات، پاکیزہ و بلند پایہ قلبی احساسات اور بلیغ ترین اسلوب وطرزِ ادا پر مشتمل ہیں۔ آپؐ کی حیاتِ مبارک سراپا تقویٰ تھی اور سچے انسانی احساسات سے آراستہ تھی۔ آپؐ عربوں کے فصیح ترین قبیلے قریش میں پیدا ہوئے اور فصیح ترین ہی قبیلے بنوسعد میں آپؐ کی پرورش ہوئی۔ پھر آپؐ نے وحی الٰہی کے سایہ اور الہامِ سماوی کی آغوش میں تربیت پائی۔ پھر خوانِ قرآنی سے کسبِ فیض فرمایا۔ بھلا آپؐ سے زیادہ پاکیزہ گفتار، شیریں کلام، راست گو اور بلیغ و مؤثر تعبیرات والا کون ہوسکتا تھا؟ صلی اللہ علیہ وسلم — اللہ کی طرف سے آپؐ پر بے شمار درود وسلام ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ادب پارے سب کے سب نثری ہیں، کیونکہ خود آپؐ نے کبھی کوئی شعر نہیں کہا۔ اس کی شہادت خود کتابِ الٰہی دے رہی ہے:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۶۹﴾ (یٰس ۳۶:۶۹)

ہم نے اس [نبیؐ] کو شعر نہیں سکھایا ہے اور نہ شاعری اس کو زیب ہی دیتی ہے۔ یہ تو ایک نصیحت ہے، اور صاف پڑھی جانے والی کتاب۔

کلامِ نبویؐ بیک وقت سادہ بھی ہے اور پرکار بھی۔ اس میں بے تکلفی بھی ہے اور شیرینی بھی۔ چھوٹے چھوٹے جملوں میں گویا معانی کی ایک دُنیا آباد ہے۔ محل اگر اختصار کا متقاضی ہے تو کلام مختصر ہے اور اگر ضرورت درازنفسی کی طالب ہے تو کلام طویل ہے۔ آپؐ کی گفتگو تکلف و تصنع سے پاک

○ ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء/مدیر: تعمیر حیات، عربی سے ترجمہ: ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی، تخریج: سمیع الحق شیرپاؤ

اور رواں دواں ہوتی تھی۔ آپؐ نامانوس اور اجنبی کلمات سے دُور اور سوقیانہ، عامی الفاظ سے نفور تھے۔ آپؐ کا کلام، ادب کی مختلف عمدہ اصناف پر مشتمل ہے، مثلاً: تمثیلاتِ فائقہ، اقوالِ حکیمانہ وعالیہ، امثالِ نفیسہ، وصایائے مفیدہ، رُشد وہدایت، شریعت وتربیت اور مناجات و دُعا وغیرہ۔

پھر ان تمام اصناف میں سب سے زیادہ پُرتاثیر، اپنے ربّ کے حضور آپؐ کی دُعائیں ہیں۔ یہ دُعائیں اس قدر طاقت ور، جامع اور پُراثر ہیں کہ ان سے عربی ادب میں نہ صرف یہ کہ ایک نئی صنف کا آغاز ہوا بلکہ اس نے ادب کی طاقت ور ترین صنف کا درجہ حاصل کرلیا۔ اسلوب کے لحاظ سے یہ دُعائیں متین ہیں اور معنویت سے لبریز بھی۔ نیز دُعا کرنے والے کے اندرونی احساسات، اس کے اُبلتے ہوئے جذبات اور اپنے ربّ کے حضور اس کی لجاجت وانکسار کی بلیغانہ تصویر کشی کرتی ہیں۔

اس کی ایک مثال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دُعا ہے، جو آپؐ نے طائف میں فرمائی تھی۔ جہاں آپؐ ایک اجنبی اور غریب الوطن کی حیثیت رکھتے تھے اور کسی حامی و مددگار کی تلاش میں تشریف لے گئے تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے، جب آپؐ کے چچا ابوطالب وفات پاچکے تھے، جو قوم کی ایذاؤں سے آپؐ کو بچاتے تھے اور آپؐ کی زوجۂ مطہرہ حضرت خدیجہؓ بھی وفات پاچکی تھیں، جو آپؐ کی معاون وغمگسار تھیں۔ لیکن طائف جو مکہ جیسا ہی شہر تھا، وہاں کے باشندوں کے درمیان آپؐ کو اہلِ مکہ سے بھی زیادہ سخت حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ وہاں کے سرداروں نے آپؐ کو سختی کے ساتھ جھڑک دیا اور وہاں کے شرارت پسند آپؐ کے پیچھے لگ گئے۔ پھر انھوں نے آپؐ پر اس قدر پتھر برسائے کہ آپؐ کے دونوں پائے مبارک لہولہان ہوگئے۔ اس وقت آپؐ کا دل شدتِ الم سے چُور چُور تھا۔ ظالموں نے مکہ سے طائف تک کے طویل سفر کے بعد آپؐ کو دم لینے کی مہلت بھی نہ دی تھی۔ اس لیے آپؐ طائف کی آبادی سے باہر نکل کر ایک کھلی جگہ میں بیٹھ گئے، جہاں شاید بجز آپؐ کے خادم وغلام حضرت زیدؓ بن حارثہ کے نہ کوئی مونس تھا، نہ غم گسار۔ آپؐ نے اس حال میں یہ دُعا فرمائی، جو آپؐ کی زخموں سے چُور لیکن حلیم شخصیت کی راست ادبی تصویر ہے:

- اللّٰهُمَّ إِلَيْكَ أَشْكُوا ضَعْفَ قُوَّتِي، وَقِلَّةَ حِيلَتِي، وَهَوَانِي عَلَى النَّاسِ أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ، أَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِينَ، إِلَى مَنْ تَكِلُنِي؟ إِلَى عَدُوٍّ يَتَجَهَّمُنِي أَمْ إِلَى قَرِيبٍ مَلَّكْتَهُ أَمْرِي؟ إِنْ لَمْ يَكُنْ غَضْبَانَ عَلَيَّ فَلَا أُبَالِي غَيْرَ أَنَّ عَافِيَتَكَ أَوْسَعُ

لِیْ، أَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِیْ أَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلَحَ عَلَيْهِ أَمْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، أَنْ يَنْزِلَ بِیْ غَضَبُكَ أَوْ يَحِلَّ عَلَیَّ سَخَطُكَ، لَكَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ. [الطبرانی، کتاب الدعاء، باب الدعاء عند الکرب والشدائد، ج۱، ص۳۱۵] اے اللہ! میں آپ سے اپنی کمزوری اور بے بسی اور لوگوں کے نزدیک اپنی بے قدری کا شکوہ کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین ذات! آپ مجھے کس کے حوالے کر رہے ہیں؟ کیا اس دُور دراز شخص کے جو مجھ سے برہمی کے ساتھ پیش آتا ہے؟ یا آپ نے میری زمامِ کار کسی دشمن کو سونپ دی ہے؟ لیکن اگر آپ مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے ان سب کی کچھ پروا نہیں ہے۔ مگر پھر بھی آپ کے سایۂ عافیت میں میرے لیے زیادہ گنجایش ہے۔ میں آپ کی ذات کے اس نُور کی پناہ چاہتا ہوں، جس سے ظلمتیں روشن ہیں اور جس کے سہارے دُنیا و آخرت کے تمام اُمور اپنے صحیح رُخ پر چل رہے ہیں۔ اس بات سے پناہ کہ مجھ پر آپ کا غصہ اُترے اور آپ ناراضی نازل فرمائیں۔ آپ ہی کا حق ہے کہ آپ کو منایا جائے تاآنکہ آپ راضی ہوجائیں۔ آپ کی مدد کے بغیر نہ کسی طاقت کا وجود ہے، نہ قوت کا۔

اس دُعا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار غالب و قادر و مہربان کے سامنے اپنی ناتوانی کا بیان فرما رہے ہیں، جو اس وقت عملاً سامنے آئی اور وہ یہ کہ رُؤسائے ثقیف کے سامنے آپؐ کی ایسی بے وقعتی ہوئی جو آپؐ جیسے قریشی کے لیے بالکل نئی چیز تھی۔ کیونکہ قبیلۂ ثقیف کے قریش کے ساتھ قریبی برادرانہ روابط تھے۔ پھر اپنے پروردگار سے مہربانیوں کی طلب کرتے ہوئے اور اس کی جناب میں الحاح و زاری کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں: رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ، (اے کمزور سمجھ لیے جانے والوں کے پالنہار)، پھر اللہ سے رحمت کی خواستگاری کرتے ہوئے یوں کہتے ہیں: إِلٰی مَنْ تَكِلُنِیْ؟ إِلٰی عَدُوٍّ يَتَجَهَّمُنِیْ أَمْ إِلٰی قَرِيْبٍ مَلَّكْتَهُ أَمْرِیْ؟ (آپ مجھے کس کے حوالے کر رہے ہیں؟ کیا اس دُور دراز شخص کے جو مجھ سے برہمی کے ساتھ پیش آئے؟ یا آپ نے میری زمامِ کار کسی دشمن کو سونپ دی ہے؟)۔ پھر آپؐ کو تنبیہ ہوتی ہے اور آپؐ تاسف و اضطراب کی کیفیت پر قابو پالیتے ہیں۔ یہ حقیقت پیش نظر آجاتی ہے کہ آپؐ کا ربّ ان سب باتوں کو جانتا ہے۔

آپؐ کا کوئی معاملہ اس سے ڈھکا چھپا نہیں ہے اور نہ وہ آپؐ سے غافل ہے۔ اسی نے تو آپؐ کو منتخب فرمایا اور منصبِ رسالتؐ پر فائز کیا ہے، نیز تبلیغ رسالت کی ذمہ داری عائد کی ہے، تو کیا وہ آپؐ کو یوں ہی بے یارومددگار چھوڑ دے گا؟ لیکن آخر یہ سب کچھ ہوا کیوں کر؟ کیا آپؐ کا پروردگار آپؐ سے ناراض ہے؟ اس لیے عرض کرتے ہیں:

اِنْ لَّمْ تَكُنْ غَضْبَانَ عَلَيَّ فَلَا أُبَالِيْ غَيْرَ أَنَّ عَافِيَتَكَ أَوْسَعُ لِيْ، اگر آپ مجھ سے ناراض نہیں ہیں تو یہ جو کچھ ہوا مجھے اس کی پروا نہیں ہے، مگر پھر بھی آپ کا سایۂ عافیت میرے لیے زیادہ گنجایش رکھتا ہے۔

پھر آپؐ اللہ تعالیٰ سے پناہ کی درخواست، اس کی عظمت و رحمت کا تذکرہ اور ہمیشہ کی رضا کا سوال کرتے ہیں، کیونکہ اس کی مدد کے بغیر نہ طاقت کا وجود ہے اور نہ قوت کا۔

دُعا و مناجات کلامِ انسانی کی جولاں گاہ ہے، جہاں صاحبِ دُعا کے باطنی احساسات صاف نظر آتے ہیں۔ جہاں اس کے بے چین و غم زدہ دل کی تصویر سامنے آجاتی ہے، اور جہاں جذبات مجسم ہوجاتے ہیں اور الفاظ کا ایسا جامہ پہن لیتے ہیں کہ ان میں اثرانگیزی کی صفت پیدا ہوجاتی ہے، اور وہ سننے والے کے دل میں اپنی جگہ بنا لیتے ہیں۔ پھر اگر صاحب دُعا کا یہ رُتبہ ہو کہ زبان و بیان پر اس کی اعلیٰ درجے میں گرفت ہو اور اس کا کلام بلاغت کا درجہ رکھتا ہو، تو ایسی صورت میں قاری و سامع، صاحبِ دُعا کے الفاظ میں اس کی روح کو چھو کر محسوس کرسکتا۔

چنانچہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاؤں کی یہی شان ہے۔ ان میں آپؐ کی معجزانہ بلاغت پوری طرح جلوہ گر ہے اور یہ ایسی خصوصیات و امتیازات سے مزین ہیں، جن کا سرچشمہ قرآنِ پاک کی مؤثر تعلیمات ہیں، کیونکہ اگلے انبیا و رُسل علیہم السلام کی دُعاؤں کے مؤثر قرآنی نمونے آپؐ پر نازل ہوئے اور آپؐ نے انھی کی آغوشِ رحمت میں تربیت پائی۔ یہ دیکھنے اور غور کرنے کی بات ہے کہ آپؐ نے اپنے باطنی احساسات کی تصویرکشی اور ترجمانی کس طرح فرمائی ہے؟ اس کی ایک مثال تو وہ دُعا تھی جس کا ذکر طائف کے سلسلے میں گزر چکا۔

دوسری مثال دُعائے بدر ہے۔ اس دن بھی آپؐ پر بے چینی اور اضطراب کی اثرانگیز کیفیت طاری تھی۔ اس دن مسلمان، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں پہلی بار دشمنانِ کفّار کے مقابل

صف آرا ہوئے تھے۔ یہ اسلام کے حق میں ایک فیصلہ کن دن تھا۔ وہ اسلام جس کی تبلیغ اور استحکام کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام صلاحیتیں اور قوتیں لگا دی تھیں۔ اس کے بچاؤ کی تدبیریں کی تھیں اور اس کی راہ میں آپؐ نے اور آپؐ کے نیکوکار صحابہ نے ہر طرح کی اذیتیں جھیلی تھیں۔ یقیناً یہ ایک عظیم الشان فیصلہ کن دن تھا۔ اس دن کفّارِ مکّہ چاہتے تھے کہ اپنی تمام تر طاقت، قوت اور شان وشوکت کا مظاہرہ کریں اور اسلام کے خلاف جو کچھ کر سکتے ہیں، کر گزریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حریف کے مقابل اپنے لشکر کو صف آرا کیا، اور مقدور بھر تیاری اور ساز وسامان کی فراہمی کی، اور پھر تنہائی میں ایک چھپر تلے اپنے ربّ کے حضور مصروفِ دُعا ومناجات ہو گئے۔ وہاں بجز حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اور کوئی نہ تھا۔ رسولؐ اللہ کی یہ کیفیت تھی کہ آپؐ اپنے ربّ سے اس مدد کی طلب فرما رہے تھے، جس کا اللہ کی طرف سے وعدہ تھا۔ دُعا کے درمیان خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک پر یہ کلمات جاری تھے:

- اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ الْيَوْمَ لَا تُعْبَدُ [دلائل النبوۃ للبیہقی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۹۸۸ء، ج ۳، ص ۸۱] اے اللہ! اگر آج کے دن یہ مٹھی بھر جماعت مٹ گئی، تو پھر آپ کی عبادت نہ کی جاسکے گی۔

پھر آپؐ کی مناجات اور الحاح وزاری اس قدر بڑھ گئی کہ آپؐ کے رفیق حضرت ابوبکر صدیقؓ بے چین ہوکر کہہ اُٹھے: ''اے اللہ کے نبیؐ! اب بس کیجیے۔ اللہ تعالیٰ آپؐ سے کیے ہوئے وعدے کو ضرور پورا فرمائے گا''۔

دُعائے بدر کے سلسلے میں راویوں سے یہی چھوٹا سا جملہ منقول ہے، جسے آپؐ کے الحاح و اضطراب کی ایک علامت اور سُلگتے ہوئے احساسات کی ترجمانی کہہ سکتے ہیں۔ اگر دُعا کی پوری عبارت منقول ہوتی، جس کا یہ جملہ ایک جزو ہے، تو وہ شدتِ تاثیر اور خوبیٔ ادا کی ایک اور شان دار مثال سامنے آتی۔ اس کا کسی قدر اندازہ ہم آپؐ کی ایک دوسری دُعا، 'دُعائے عرفات' سے لگا سکتے ہیں۔ یہ دُعا بھی آپؐ کے احساساتِ قلب کی تصویر اور ربّ العالمین کے حضور عبودیتِ خالصہ کی تعبیر ہے۔ اس دُعا کے الفاظ میں ایک خاص طرح کی متانت اور اسلوب میں نرمی و لطافت ہے۔ عرض کرتے ہیں:

● اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَسْمَعُ کَلَامِیْ، وَتَرٰی مَکَانِیْ، وَتَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ لَا یَخْفٰی عَلَیْکَ شَیْءٌ مِنْ اَمْرِیْ [المعجم الکبیر للطبرانی، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاہرۃ، ط۲، ۱۹۹۴ء، ج۱۱، ص ۱۷۴] اے اللہ! آپ میری باتوں کو سن رہے ہیں، میری صورتِ حال کو دیکھ رہے ہیں۔ میرا باطن وظاہر آپ کے علم میں ہے، میرا کوئی معاملہ آپ سے مخفی نہیں۔

اس کلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلیل وکریم ربّ کے حضور اپنی ناتوانی کا اعتراف فرما رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اپنے ربّ کے حضور، بندے کی حالت وکیفیت دوسرے تمام احوال وکیفیات سے غایت درجہ مختلف ہوتی ہے۔ اسے نہ کسی بادشاہ اور اس کی کسی رعایا کی وضع وکیفیت کے مشابہ کہہ سکتے ہیں، اور نہ کسی آقا اور اس کے کسی غلام کی صورتِ حال کے مماثل قرار دے سکتے ہیں۔ یہاں تو یہ کیفیت ہے کہ ربّ العالمین کی بارگاہ میں اس کا ایک بندہ حاضر ہے، جسے اپنے ربّ کی کامل وہمہ جہت ربوبیت پر پورا ایمان اور اس قدرتِ کاملہ پر کُلی اعتماد ہے۔ آپؐ نے اس دُعا میں ربِّ عظیم کے سامنے اپنی حالتِ زار پیش کی ہے اور چنانچہ عرض کرتے ہیں:

● أَنَا الْبَائِسُ الْفَقِیْرُ، اَلْمُسْتَغِیْثُ الْمُسْتَجِیْرُ [المعجم الکبیر للطبرانی، مکتبۃ ابن تیمیۃ، ج۲، ۱۹۹۴ء، ج۱۱، ص ۱۷۴] میں ہوں بے چارہ، مصیبت زدہ، محتاج، فریادی، پناہ جُو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات کے ذریعے، اس اشارۂ ربانی کی موافقت فرمائی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَالضُّحٰی ۝۱ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۝۲ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ۝۳ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ۝۴ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ۝۵ اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ۝۶ وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی ۝۷ وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی ۝۸ (الضحیٰ۹۳:۱-۸) قسم ہے روزِ روشن کی اور رات کی، جب کہ وہ سکون کے ساتھ طاری ہوجائے، (اے نبیؐ) تمھارے ربّ نے تم کو ہرگز نہیں چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا۔ اور یقیناً تمھارے لیے بعد کا دور پہلے دور سے بہتر ہے، اور عنقریب تمھارا ربّ تم کو اتنا دے گا کہ تم خوش ہوجاؤ گے۔ کیا اُس نے تم کو یتیم نہیں پایا اور پھر ٹھکانا فراہم کیا؟ اور تمھیں ناواقفِ راہ پایا اور پھر

ہدایت بخشی۔ اور تمھیں نادار پایا اور پھر مال دار کر دیا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے وقتِ چاشت اور وقتِ صبح کو اس بات کا گواہ بنایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کا معاملہ خصوصی توجہ اور رحمتِ خاص کا ہے، اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لیے حالتِ احتیاج و ناتوانی میں وسائل زندگی فراہم کیے۔ کیونکہ وراثت میں آپؐ کو نہ مال ملا، نہ دولت۔ پھر آپؐ کا کوئی کفیل بھی نہ تھا کیونکہ آپؐ کی پیدائش سے پہلے ہی والد ماجد وفات پا چکے تھے اور ابھی عہدِ طفولیت ہی تھا کہ والدہ محترمہ بھی چل بسیں، پھر کم سنی ہی میں مکرم و معظم دادا کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس طرح جب آپؐ نے رواں دواں زندگی کے حدود میں قدم رکھا تو آپؐ بے سروسامانی میں تھے لیکن ربّ رؤوف نے آپؐ کی دست گیری فرمائی اور آپؐ کے لیے اسبابِ غنیٰ فراہم کر دیئے۔ تلاوتِ قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا ہی، اس لیے آپؐ اپنی دُعا میں ان تمام اُمور کو ملحوظ رکھ کر عرض کرتے ہیں:

- أَنَا الْبَائِسُ الْفَقِيْرُ، اَلْمُسْتَغِيْثُ الْمُسْتَجِيْرُ [المعجم الکبیر للطبرانی، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاہرۃ، ط ۲، ۱۹۹۴ء، ج ۱۱، ص ۱۷۴] میں ہوں بے چارہ، مصیبت زدہ، محتاج، فریادی، پناہ جُو۔

پھر جب آپؐ کی نگاہ تبلیغِ رسالت کی اس عظیم ذمہ داری کی جانب ملتفت ہوئی، جو آپؐ کے کندھوں پر ڈال دی گئی تھی، اور جس کے بوجھ تلے پشتِ مبارک گویا ٹوٹی جارہی تھی۔ جب آپؐ نے راہِ تبلیغ میں اپنی کوششوں کا جائزہ لیا اور انھیں درجۂ مطلوب سے کم سمجھا تو آپؐ پر خشیت طاری ہوگئی اور اعترافِ خطا کا اعلان فرماتے ہوئے مصروفِ دُعا ہو گئے:

اَلْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِہٖ [میں ہی ہوں اپنی خطاؤں کا معترف اور مقر]۔

پھر آپؐ نے احساسِ ناتوانی کی اس فضا میں کامل درجہ الحاح وزاری کے ساتھ عرض فرمایا:

- أَسْئَلُكَ مَسْأَلَةَ الْمِسْكِيْنِ، وأَبْتَهِلُ إِلَيْكَ اِبْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِيلِ، وأَدْعُوكَ دُعاءَ الْخَائِفِ الضَّرِيْرِ، مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقَبَتُہ، وَفَاضَتْ لَكَ عَبْرَتُہ، وذَلَّ لَكَ جِسْمُہ، وَرَغِمَ لَكَ أَنْفُہ [معجم الشیوخ لابن جمیع الصیداوی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، طبع:۱، ۱۹۸۵ء، ص: ۲۱۳] میں ایک بڑے بے کس کی طرح آپ

سے سوال کرتا ہوں اور اس شخص کی طرح گڑگڑاتا اور آہ وزاری کرتا ہوں جو خطاکار بھی ہو اور بے عزّت بھی ہو، اور خوف زدہ و آفت رسیدہ شخص کی طرح آپ کو پکارتا ہوں، جس کی گردن آپ کے آگے جھکی ہوئی ہو اور جس کا بدن احساسِ ذلّت سے دبا جارہا ہو اور جو کہ احساسِ ندامت سے ناک رگڑ رہا ہو۔

اس حالت سے بڑھ کر فروتنی اور لجاجت کی اور کون سی حالت ہوگی، جس میں ناتوانی، بے کسی اور تحیر کی تمام کیفیات جمع ہوگئی ہیں۔ اور جس کی ترجمانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربِ قادر و جلیل کی ربوبیت کے سامنے عبدیتِ کاملہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمائی ہے:

- اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ بِدُعَائِكَ شَقِیًّا، وَكُنْ بِیْ رَؤُوْفًا رَحِیْمًا، یَا خَیْرَ الْمَسْؤُوْلِیْنَ، وَیَا خَیْرَ الْمُعْطِیْنَ [المعجم الصغیر للطبرانی، ج ۲،ص ۱۵] اے اللہ! میں نے یہ دُعا جو آپ سے کی ہے، اس میں مجھے ناکام نہ بنایئے، مجھ پر مہربان و رحیم ہوجایئے۔ ان سب سے بہتر جن سے مانگا جائے اور اے ان سب سے بہتر جو دے سکتے ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات کے ذریعے اپنے ربّ کو پکارا ہے۔ اس سے سرفرازی، رحمت، حفاظت اور مہربانی کی درخواست کی ہے۔

اب یہ دعا مکمل اور مسلسل صورت میں پیش کی جاتی ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ اس کی عبارت میں ایک خاص طرح کی ہم آہنگی اور مسحور کُن حُسن ہے۔ پھر ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی جانب منتقل ہونے کا عمل بھی فطری محسوس ہوتا ہے۔ آپؐ عرض کرتے ہیں:

- اَللّٰھُمَّ إِنَّكَ تَسْمَعُ كَلَامِیْ، وَتَرٰی مَكَانِیْ، وَتَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ، لَا یَخْفٰی عَلَیْكَ شَیْءٌ مِنْ أَمْرِیْ، وَأَنَا الْبَائِسُ الْفَقِیْرُ، الْمُسْتَغِیْثُ الْمُسْتَجِیْرُ، الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ، الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِهٖ، أَسْأَلُكَ مَسْأَلَةَ الْمِسْكِیْنِ، وَأَبْتَهِلُ إِلَیْكَ اِبْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِیْلِ، وَأَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الضَّرِیْرِ، مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهٗ، وَفَاضَتْ لَكَ عَبْرَتُهٗ، وَذَلَّ جَسَدُهٗ، وَرَغِمَ أَنْفُهٗ، اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ بِدُعَائِكَ شَقِیًّا، وَكُنْ بِیْ رَؤُوْفًا رَحِیْمًا، یَا خَیْرَ الْمَسْؤُوْلِیْنَ، وَیَا خَیْرَ الْمُعْطِیْنَ [معجم الشیوخ لابن جمیع الصیداوی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، طبع:۱، ۱۹۸۵ء، ص:۲۱۳] اے اللہ!

آپ میری باتوں کو سن رہے ہیں، اور میری صورتِ حال کو دیکھ رہے ہیں، میرے باطن و ظاہر سے واقف ہیں، میری کوئی بات آپ سے پوشیدہ نہیں ہے، میں ہوں مصیبت زدہ، محتاج، فریادی، پناہ جُو، ترساں، ہراساں، اپنی خطاؤں کا معترف۔ میں آپ سے بے کس کی طرح سوال کرتا ہوں۔ گناہ گار کی طرح آپ کے آگے گڑگڑاتا ہوں۔ خوف زدہ و آفت رسیدہ کی طرح آپ کو پکارتا ہوں۔ اس شخص کی پکار کی طرح جس کی گردن آپ کے آگے جھکی ہوئی ہو، اس کے آنسو آپ کے لیے بہہ رہے ہوں، وہ فروتنی کیے ہوئے ہو اور آپ کے آگے اپنی ناک رگڑ رہا ہو۔ اے اللہ! مجھے اپنی اس دُعا میں ناکام نہ بنایئے۔ مجھ پر مہربان و رحیم ہو جایئے۔ اے مانگے جانے والوں میں سب سے بہتر اور اے دینے والوں میں سب سے بہتر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کو 'مغزِ عبادت' بتلایا ہے۔ فی الواقع یہ دُعا کی بہت عمدہ تعریف ہے۔ اس لیے کہ دُعا ایک ایسا عمل ہے، جس کے تمام گوشے اور زاویے روحِ عبودیت سے معمور ہوتے ہیں۔ اسی طرح دُعا، صاحبِ دُعا کے ذہن و دماغ کو اپنے خالق و پروردگار سے حددرجہ قریب کر دیتی ہے۔ چنانچہ، دُعا خواں جب اخلاص وطمانیت کے ساتھ اپنے ربّ سے محوِ مناجات ہوتا ہے، تو ایسا لگتا ہے گویا وہ اپنے پروردگار کے سامنے جھکا ہوا ہے اور بار بار اسے دیکھے جا رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کیفیت کی تعبیر کلمۂ 'احسان' سے فرمائی ہے۔

چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں: 'احسان' یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو۔ یہ کیفیت حاصل نہ ہو سکے تو یہ تو حقیقت ہی ہے کہ وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی یہی کیفیت تھی۔ رہ گئیں آپؐ کی دُعائیں اور مناجاتیں، تو وہاں یہ کیفیت قوی ترین شکل میں ظاہر ہوتی تھی۔ چنانچہ آپؐ جب مصروفِ دُعا ہوتے تھے تو ایسا لگتا تھا گویا اس جانی پہچانی دُنیا سے نکل کر کسی اور دُنیا میں تشریف فرما ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دُعائیں جو اسلوب کے لحاظ سے اُن قرآنی دُعاؤں سے بہت قریب ہیں، جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں آپؐ کی تعلیم کے لیے فرمایا ہے، یا انبیائے سابقینؑ کی دُعاؤں کے سیاق میں کیا ہے۔ آپؐ کی دُعاؤں کا جائزہ لیا جائے تو انسانی قلب

ان کی قدر و قیمت کے احساس سے معمور اور ان کے زیر اثر پیدا شدہ فضا کی بلند پائیگی سے مسحور ہو جاتا ہے۔ ان دُعاؤں کا اسلوبِ بیان کمال درجے کا سادہ ہے: کبھی چشمۂ صافی کی طرح سبک خرام اور کبھی چٹانوں کے درمیان سے گزرنے والے پرشور دریا کی مانند تیز گام۔

اب ہم آپ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاؤں کے چند مسلسل اور مربوط نمونے پیش کرتے ہیں، جو آپؐ نے مختلف اوقات میں اپنے ربّ کے حضور کی ہیں۔ یہ دُعائیں کسی شرح اور ترجمانی سے بے نیاز ہیں:

- اللّٰهُمَّ فَارِجَ الْهَمِّ، كَاشِفَ الْغَمِّ، مُجِيبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّينَ، رَحْمَانَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَرَحِيمَهُمَا، أَنْتَ تَرْحَمُنِي، فَارْحَمْنِي بِرَحْمَةٍ تُغْنِينِي بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ [المستدرک للحاکم، اول کتاب المناسک، کتاب الدعاء، حدیث: ۱۸۳۷] اے ہموم و افکار کے دُور کرنے والے! غم و اَلم کے زائل کرنے والے! مجبوروں و بے بسوں کی پکار سننے والے! اہلِ دُنیا کے رحمٰن و رحیم! آپ ہی مجھ پر رحم کریں گے۔ آپ ایسی رحمت نازل فرمایئے، جو مجھے دوسروں کے رحم و ہمدردی سے بے نیاز کر دے۔

اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، وَإِلَيْكَ الْمُشْتَكَى، وَبِكَ الْمُسْتَغَاثُ، وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ [الدعوات الکبیر للبیہقی، غراس للنشر والتوزیع، کویت، ط۱، ۲۰۰۹ء، ج۱، ص ۳۵۴] اے اللہ! حمد کا استحقاق آپ ہی کو ہے، تکلیف و مصیبت کا عرض معروض آپ ہی سے کیا جاتا ہے۔ فریادرس آپ ہی کی ذات ہے۔ مدد آپ ہی سے طلب کی جاسکتی ہے۔ طاقت وقوت آپ کے سوا کسی اور کے پاس نہیں۔

- اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ، لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ [صحیح ابن حبان، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ذکر ما یستحب للمصلی أن یتعوذ برضاء اللہ، حدیث: ۱۹۵۶] اے اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں آپ کی رضا کی، آپ کی ناخوشی سے، آپ کے عفو کی، آپ کی عقوبت سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں خود آپ سے، میں آپ کی تعریف کا حق نہیں ادا کرسکتا۔ آپ اسی تعریف کے مستحق ہیں، جو آپ نے اپنی

ذات کی خود فرمائی ہے۔

اَللّٰھُمَّ إِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ أَنْ نَزِلَّ أَوْ نَضِلَّ أَوْ نَظْلِمَ أَوْ نُظْلَمَ أَوْ نَجْھَلَ أَوْ یُجْھَلَ عَلَیْنَا [سنن الترمذی، کتاب الذبائح، ابواب الدعوات عن رسولؐ، حدیث: ۳۴۳۲] اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں، پھل جانے سے، یا کسی کو پھلانے سے، یا کسی کو گمراہ کرنے سے، یا کسی پر ظلم کرنے سے، یا خود نشانۂ ظلم بننے سے، یا جہالت کرنے سے، یا کسی کی جہالت کا شکار بننے سے یا گمراہ ہونے سے، یا گمراہ کیے جانے سے۔

• أَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْھِكَ الْكَرِیْمِ الَّذِیْ أَضَاءَتْ لَہُ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ وأَشْرَقَتْ لَہُ الظُّلُمَاتُ وصَلَحَ علیہِ أَمْرُ الدُّنْیَا والْآخِرَۃِ أَنْ تُحِلَّ عَلَیَّ غَضَبَكَ أَوْ تُنْزِلَ عَلَیَّ سَخَطَكَ وَلَكَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ إِلَّا بِكَ (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ إلی الجامع الصغیر، جلال الدین السیوطی، دار الفکر، بیروت، لبنان، ط ۱، ۲۰۰۳ء] میں پناہ چاہتا ہوں آپ کی ذاتِ گرامی کے نُور کی، جس سے آسمان روشن ہیں، ظلمتیں تاباں ہیں اور جس کے سہارے دُنیا و آخرت کے تمام اُمور اپنے صحیح رُخ پر چل رہے ہیں۔ اس بات کی پناہ کہ مجھ پر آپ کا غصہ ہو، یا آپ اپنی ناخوشی مجھ پر ظاہر کردیں۔ آپ ہی کا حق ہے کہ آپ کو منایا جائے، تا آنکہ آپ راضی ہوجائیں۔ آپ کی مدد کے بغیر نہ طاقت ہے، نہ قوت۔

• اَللّٰھُمَّ وَاقِیَۃً كَوَاقِیَۃِ الْوَلِیْدِ [کتاب الدعاء للطبرانی، باب ما کان النبیؐ یدعو بہ، حدیث: ۱۳۴۵] اے اللہ! جس طرح کسی بچے کی نگہبانی کی جاتی ہے، بس ایسی ہی آپ سے نگہبانی چاہتا ہوں۔

• اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ الْأَعْمَیَیْنِ [المعجم الکبیر للطبرانی، باب العین، عائشۃ بنت قدامۃ بن مظعون الجحمیۃ، حدیث: ۲۰۷۰۱] اے اللہ! مجھے دو اندھا دھند باتوں، یعنی سیلاب اور حملہ آور اور اُونٹ کے شر سے اپنی پناہ میں لے لیجیے۔

• رَبِّ أَعِنِّیْ وَلَا تُعِنْ عَلَیَّ، وَانْصُرْنِیْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَیَّ، وَامْكُرْ لِیْ، وَلَا تَمْكُرْ عَلَیَّ، وَاھْدِنِیْ وَیَسِّرِ الْھُدٰی لِیْ، وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَیَّ، رَبِّ اجْعَلْنِیْ لَكَ شَاكِرًا، لَكَ

ذَاكِرًا، لَكَ أَوَّاهًا، لَكَ مِطْوَاعًا، لَكَ مُخْبِتًا أَوَّاهًا مُنِيبًا، رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِي، وَاغْسِلْ حَوْبَتِي، وَأَجِبْ دَعْوَتِي، وَثَبِّتْ حُجَّتِي، وَاهْدِ قَلْبِي، وَسَدِّدْ لِسَانِي، وَاسْلُلْ سَخِيمَةَ قَلْبِي [صحیح ابن حبان، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط ۲، ۱۹۹۳، ج ۳، ص ۲۲۸] اے پروردگار! میری مدد کیجیے اور میرے برخلاف مدد نہ کیجیے۔ مجھے کامیابی دیجیے اور میرے خلاف کامیابی نہ دیجیے۔ میرے لیے تدبیر فرمائیے اور میرے خلاف تدبیر کو کامیاب نہ بنائیے۔ مجھے ہدایت دیجیے اور میرے لیے راہِ ہدایت کو آسان کردیجیے۔ جو مجھ پر زیادتی کرے اس کے خلاف میری مدد فرمائیے۔ اے اللہ! مجھے ایسا بنادیجیے کہ میں آپ کو بہت یاد کیا کروں، آپ کا بڑا شکرگزار بنوں، آپ سے بہت زیادہ ڈرتا رہوں۔ آپ کا بہت زیادہ فرماں بردار بنوں، آپ کا بہت زیادہ اطاعت گزار رہوں، آپ ہی سے سکون پانے والا بنوں اور آپ ہی کی طرف متوجہ ہونے اور رجوع کرنے والا رہوں۔ اے پروردگار! میری توبہ قبول فرمائیے۔ میرے گناہ دھو دیجیے۔ میری پکار سن لیجیے۔ میری حجت قائم رکھیے۔ میری زبان درست رکھیے۔ میرے دل کو ہدایت دیجیے اور میرے سینے کی کدورت نکال دیجیے۔

• اللَّهُمَّ أَلِّفْ بَيْنَ قُلُوبِنَا، وَأَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا، وَاهْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ، وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ، وَجَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، وَبَارِكْ لَنَا فِي أَسْمَاعِنَا وَأَبْصَارِنَا وَقُلُوبِنَا وَأَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا، وَتُبْ عَلَيْنَا، إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ، وَاجْعَلْنَا شَاكِرِينَ لِنِعْمَتِكَ، مُثْنِينَ بِهَا، قَابِلِيهَا وَأَتِمَّهَا عَلَيْنَا [سنن أبی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب تفریع أبواب الرکوع والسجود، باب التشہد، حدیث:۹۶۹] اے اللہ! ہمارے دلوں میں باہم اُلفت پیدا کردیجیے۔ ہمارے باہمی تعلقات درست فرمادیجیے، ہمیں سلامتی کی راہیں دکھلائیے، ہمیں تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف پہنچا دیجیے۔ ہمیں ظاہری و باطنی بے حیائیوں سے دُور رکھیے۔ برکت عطا فرمائیے، ہماری شنوائیوں میں، ہماری بینائیوں میں، ہمارے قلوب میں، ہماری ازواج میں اور ہماری اولاد میں۔ ہماری توبہ قبول فرمائیے کہ آپ ہی ہیں بار بار توبہ قبول فرمانے والے اور

نہایت مہربان۔ ہمیں اپنی نعمتوں کا شکرگزار، ثناخواں اور ان کا اہل بنائیے اور ہم پر اپنی نعمتیں پوری پوری اُتار دیجیے۔

• اَللّٰھُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْیَتِكَ مَا یَحُوْلُ بَیْنَنَا وَبَیْنَ مَعَاصِیكَ، وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهٖ جَنَّتَكَ، وَمِنَ الْیَقِیْنِ مَا تُهَوِّنُ بِهٖ عَلَیْنَا مُصِیبَاتِ الدُّنْیَا، وَمَتِّعْنَا بِأَسْمَاعِنَا وَأَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا أَحْیَیْتَنَا، وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا، وَاجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَنَا، وَانْصُرْنَا عَلٰی مَنْ عَادَانَا، وَلَا تَجْعَلْ مُصِیبَتَنَا فِیْ دِیْنِنَا، وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا أَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَا یَرْحَمُنَا [سنن الترمذی، کتاب الذبائح، ابواب الدعوات عن رسولؐ، باب ماجاء فی عقد التسبیح بالید، حدیث: ۳۵۰۷] اے اللہ! ہمیں اپنی خشیت سے اتنا فیض یاب فرمائیے کہ وہ ہمارے اور آپ کی نافرمانیوں کے درمیان حائل ہوجائے، اور اپنی طاعت سے اس قدر حصّہ دیجیے کہ اس کے ذریعے آپ ہمیں اپنی جنّت تک پہنچا دیں، اور ایمان ویقین سے اس حد تک بہرہ ور فرمائیے کہ اس کے ذریعے آپ دُنیا کی مصیبتیں ہم پر سہل فرما دیں۔ جب تک ہمیں زندہ رکھیے، ہمیں ہماری شنوائیوں، بینائیوں اور قوتوں سے مالامال رکھیے اور اسے ہمارا وارث بنائیے۔ جو ہم پر ظلم کرے اس سے ہمارا انتقام لیجیے اور جو ہم سے دشمنی کرے اس کے مقابل ہماری مدد فرمائیے۔ ہماری مصیبتیں ہمارے دین سے متعلق نہ فرمائیے۔ دُنیا کو ہمارا محور، ہمارے علم کی معراج اور ہماری غایت محبت کا درجہ نہ دیجیے۔ بے رحموں کو ہم پر مسلط نہ فرمائیے۔

• اَللّٰھُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا، وَأَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا، وَأَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا، وَآثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَیْنَا، وَارْضِنَا وَارْضَ عَنَّا [سنن الترمذی، کتاب الذبائح، ابواب تفسیر القرآن عن رسولؐ، باب: ومن سورۃ المؤمنون، حدیث: ۳۱۷۹] اے اللہ! ہمیں بڑھائیے، ہمارے اندر کمی نہ فرمائیے۔ ہمیں باآبرو رکھیے، رُسوا نہ کیجیے، ہمیں نوازیے محروم نہ رکھیے، ہمیں مقدم رکھیے۔ ہمارے برخلاف ترجیح نہ دیجیے۔ ہمیں خوش کر دیجیے اور ہم سے خوش ہوجائیے۔

• اَللّٰھُمَّ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ، وَلَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ، وَلَا دَیْنًا اِلَّا قَضَیْتَهٗ، وَلَا حَاجَةً مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا قَضَیْتَھَا بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن [المعجم الاوسط للطبرانی، دارالحرمین، ۱۹۹۵ء، القاہرہ، باب الجیم: من اسمہ جبرون، ج۳،ص ۳۵۸] اے اللہ! میرا کوئی گناہ باقی نہ رہنے دیجیے، معاف فرمائیے، کچھ مہموم افکار باقی نہ رہنے دیجیے دُور کر دیجیے۔ کوئی قرض باقی نہ رکھیے، چکا دیجیے اور دُنیا و آخرت کی تمام ضروریات پوری فرما دیجیے، اے ارحم الراحمین!

دُعاہائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے انھی چند شہ پاروں پر اکتفا کرتا ہوں، جو ہیں تو بہت زیادہ لیکن یہاں تھوڑی مقدار میں پیش کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ ہمیں اپنی فرماں برداری اور اپنے رسولؐ کی اطاعت کی توفیق نصیب فرمائیے اور اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنانے کی، صحیح ایمان اور جذبے سے دُعا کرنے کی کوششوں میں کامیاب کیجیے، کیونکہ ارشاد باری ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًا ﴿۲۱﴾ (احزاب ۳۳:۲۱) [درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے، ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ اور یومِ آخر کا اُمیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔]

گناہوں سے بچنے کی قوت، اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر تصور نہیں کی جاسکتی۔